© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید

حافظ صلاح الدین یوسف

مسلماتِ اسلامیہ سے انکار وانحراف کی راہ

مولانا امین احسن اصلاحی، جن کا انتقال ۱۴ردسمبر ۱۹۹۷ء کو لاہور میں ہوا، اپنے دور کے اُن چند سربرآوردہ اہل علم واہل قلم میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت سے حصہ وافر عطا فرمایا ہوتا ہے۔ ان کی وفات کے بعد متعدد حضرات نے ان کی علمی و دینی خدمات بالخصوص تفسیری خدمات اور ان کے علم وفضل پر روشنی ڈالی ہے اور انہیں اپنے وقت کا عظیم مفسر اِسلامی دانش ور اور بلند پایہ محقق باور کرایا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے انہیں علم وفضل اور انشاء وتحریر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ 'تدبرِقرآن' کے مصنف ہونے کے اعتبار سے ایک 'مفسر' کے طور پر بھی مشہور ہیں، اپنے دروسِ حدیث کی بنا پر ان کے تلامذہ ان کو ایک 'محدث' بھی شمار کرتے ہیں اور فقہی مباحث میں ان کی بلند آہنگی کی وجہ سے انہیں 'فقیہ' بھی سمجھتے ہیں اور بعض کلامی خدمات کی بنیاد پر شاید انہیں ایک 'متکلم' اور فکرِفراہی کا ایک 'عظیم مفکر' بھی قرار دیتے ہوں۔ لیکن راقم کے خیال میں مولانا موصوف ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ان کی ذہانت کی فراوانی نے زیغ وضلال میں مبتلا کردیا اور ﴿وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ (الجاثیۃ: ۲۳) کا مصداق بنا دیا۔ ؎ اے روشنئ طبع تو برمن بلا شدی!

سرسید احمد خاں، مرزا غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز وغیرہم کو دیکھ لیجیے۔ ان کا شمار بھی ذہین وفطین لوگوں میں ہوتا ہے، لیکن ان حضرات نے مسلمہ اسلامی عقائد کا جس طرح حلیہ مسخ کیا ہے، وہ محتاجِ وضاحت نہیں اور یہ حضرات اپنے اپنے دائروں میں جس طرح گمراہی کے امام وپیشوا بنے، وہ بھی کوئی مخفی راز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذہانت وفطانت اور علم وفن میں اونچے مقام پر فائز ہونا، یہ کوئی خاص اعزاز نہیں۔ بہت سے ائمہ کفر وضلال بھی ان چیزوں سے بہرہ وَر رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے گو دنیا میں شہرت وناموری ضرور حاصل کر لی ہو، مگر عنداللہ ان کا کوئی مقام نہیں ہوگا، بلکہ وہ اللہ کے ہاں مجرم ہی نہیں، اکابر مجرمین میں سے ہوں گے۔ جن پر ان کی اپنی ہی گمراہی کا بوجھ نہیں ہوگا، بلکہ ان ہزاروں اور لاکھوں افراد کے گناہوں کی بھی ذمے داری ہوگی جو ان کے افکار وآرا سے گمراہ ہوئے ہوں گے۔

بہت سے لوگ راقم کی اس رائے سے چونکیں گے اور مولانا اصلاحی کو بھی ائمہ ضلال میں شمار کرنے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

پر تعجب کا اظہار کریں گے، کیونکہ جنہوں نے ان کی کتابیں نہیں پڑھی ہیں یا صرف ان کے دورِ جوانی کی تحریریں ان کے علم میں ہیں جیسے پاکستانی عورت دوراہے پر، عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، تزکیۂ نفس، توضیحات، حقیقتِ توحید، حقیقتِ شرک، حقیقتِ تقویٰ اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ایک مضمون 'دین میں حکمتِ عملی کا مقام' پر مفصل تنقید، جو ماہنامہ 'میثاق' کے ابتدائی دور میں اس کے اِدارتی کالموں میں مسلسل شائع ہوئی اور اس قسم کی بعض اور تحریریں اور مقالات، بلاشبہ یہ تصنیفات نہایت مفید اور زوردار ہیں۔ ان کتابوں اور تحریروں میں وہ ایک بلند پایہ عالم، محقق اور صاحبِ اسلوب انشا پرداز نظر آتے ہیں۔ پڑھنے والا اِن سے متاثر اور محظوظ ہوتا ہے اور ان کی علمی عظمت کا نقش اس کے دل پر ثبت ہوتا ہے۔ جن حضرات کی نظر سے مولانا اصلاحی کی صرف یہ کتابیں اور تحریریں گزری ہیں، ان کے لیے راقم کی باتیں یقیناً ایک انکشاف کا درجہ رکھتی ہیں، جن پر ان کا متعجب ہونا قابل فہم ہے۔

لیکن جن حضرات نے ان کے مابعد کام کو دقتِ نظر اور غور وفکر سے دیکھا اور پڑھا ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے پہلے دور اور دوسرے دور میں زمین آسمان کا فرق ہے یا وہ ایسے فکری تضاد کا شکار ہوئے کہ جس کی توجیہ ممکن نہیں اور ان کے متضاد افکار کے درمیان کوئی بڑا سے بڑا فلاسفر بھی تطبیق دینے پر قادر نہیں۔ اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنما الأعمال بالخواتيم زندگی کے آخری دور کے اعمال ہی انسان کی نجات یا عدمِ نجات کی بنیاد ہوں گے۔ اس اعتبار سے اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ عنداللہ ان کا شمار دُعاۃِ ضلال ہی میں ہو، کیونکہ عمر کے آخری دور میں ان کے زبان وقلم سے ایسی چیزیں منظر عام پر آئی ہیں جو صریح گمراہی پر مبنی ہیں، بلکہ اجماعِ امت سے انحراف کی وجہ سے ان پر کفر تک کا اطلاق ممکن ہے۔

'محدث' کے صفحات زیادہ تفصیل کے متحمل نہیں تاہم وضاحت کے لیے چند مثالیں ناگزیر ہیں۔ راقم کے لیے یہ کوئی خوش گوار فریضہ نہیں کہ وہ ایک فوت شدہ عالم دین پر تنقید کر رہا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک نہایت تلخ اور بہت ہی ناگوار جرعہ ہے جو بڑے جبر سے نوشِ جان کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن چونکہ یہ معاملہ دین کا اور اس کے تحفظ کا ہے، دینی مسلمات تمام شخصیتوں سے بالا ہیں، ان کے مقابلے میں بڑے سے بڑا آدمی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر کوئی زعم کبریائی میں یا علم کے غرے میں دینی مسلمات کا انکار یا ان کا استخفاف کرتا ہے، تو وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں اور علما کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی حقیقت سے لوگوں کو باخبر کریں تاکہ کوئی مسلمان اس کے دامِ ہم رنگ زمیں کا شکار ہو، نہ اس کے علم وفضل سے کسی دھوکے میں مبتلا ہو۔ راقم یہ بھی سمجھتا ہے کہ جو لوگ مولانا اصلاحی کی تعریف میں مقالات کے انبار لگا رہے ہیں، وہ یا تو غلوِ عقیدت کا شکار ہیں جس نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی ہے، یا پھر وہ اُن کے گمراہانہ افکار سے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

بے خبر ہیں اور وہ صرف اُن کی پہلی تحریروں سے ہی آ گاہ ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تصویر کا دوسرا پہلو بھی اُجاگر کیا جائے، تا کہ ان کا دوسرا پہلو یا دوسرا رُخ بھی قارئین کے سامنے آ جائے: ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ (الانفال:۴۲)

حدیثِ رسول کا استخفاف اور انکار

مولانا اصلاحی کی ایک عظیم گمراہی یا فکری تضاد یہ ہے کہ ان کے ہاں حدیثِ رسول ﷺ کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ قرآن فہمی کے لیے جاہلی اَدب کو سب سے زیادہ ضروری قرار دیتے ہیں، جس کی سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے، اس کے مقابلے میں حدیث کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں، جو باسند ہیں اور ان کی حفاظت کے لیے محدثین نے بے مثال کاوشیں کی ہیں۔ اور یہ ثانوی حیثیت بھی صرف زبان کی حد تک ہی ہے، عملاً حدیث کی ان کے ہاں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے بلکہ وہ حدیث کو منکرین حدیث کی طرح صرف وہیں استعمال کرتے ہیں جہاں اس کا استعمال ان کے لیے مفید ہو۔ منکرین حدیث بھی بوقتِ ضرورت حدیث سے استفادہ کرتے اور حوالہ دیتے ہیں، ورنہ وہ حدیث کو دین کا ماخذ اور شرعی حجت تسلیم نہیں کرتے۔

مولانا اصلاحی صاحب کا فکری تضاد یہ ہے کہ وہ متجددین اور منکرین حدیث کے ردّ میں جب قلم اُٹھاتے ہیں تو یقیناً وہ حدیث کو حجتِ شرعیہ باور کرانے میں پورا زورِ قلم صرف کرتے ہیں (جیسا کہ ان کے دورِ اول کی کتابوں میں ہے) لیکن آخری دور میں جب انہوں نے اپنی توجہ تفسیر پر مبذول کردی، تو حدیث کو نظر انداز کردیا، اور حدیثِ رسول کے مقابلے میں لغت کو، جاہلی ادب کو اور اپنی عقل وفہم کو زیادہ اہمیت دی۔ اور اپنی تفسیر کی تکمیل کے بعد انہوں نے تدبرِ حدیث کا آغاز کیا اور اس موضوع پر اپنے حلقۂ اِرادت میں چند لیکچرز دیئے، جو 'مبادیٔ تدبرِ حدیث' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔

اس کتاب میں انہوں نے حدیث کے پرکھنے کے محدثانہ اُصول کو ناکافی قرار دیتے ہوئے، خود نئے اُصول وَضع کیے ہیں، جس کی وجہ سے محدثین کی ساری کاوشیں تو بے کار قرار پاتی ہیں اور ان کے مجموعہ ہائے احادیثِ صحیحہ بے وقعت۔ مولانا اصلاحی کے گھڑے ہوئے اُصولوں کی رو سے صحیح حدیث وہ نہیں ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے یا جو محدثین کے مسلمہ نقد وجرح کی روشنی میں صحیح ہے، بلکہ وہ حدیث صحیح ہوگی جو اصلاحی من گھڑت اُصول کی روشنی میں صحیح ہوگی، چاہے محدثین کے مسلمہ اُصول کی رو سے وہ ضعیف ہی ہو۔ اور وہ حدیث ضعیف ہوگی جسے اصلاحی صاحب کے گھڑے ہوئے اُصول کی تائید حاصل نہ ہوگی، چاہے محدثین کے ہاں اس کی صحت مسلم ہو۔

تفسیر 'تدبرِ قرآن' میں عملی طور پر حدیث کو نظر انداز کر کے اور 'مبادیٔ تدبرِ حدیث' میں نقدِ حدیث کے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ نئے اُصول گھڑ کر کیا انکارِ حدیث کا راستہ چوپٹ نہیں کھول دیا گیا ہے؟ (اِس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔)

حدِ رجم اور احادیثِ رجم کا انکار

مولانا اصلاحی کی دوسری عظیم گمراہی (جو کئی گمراہیوں کا مجموعہ ہے) حدِ رجم کا انکار ہے۔ اسلام میں شادی شدہ زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے۔ اس سزا پر صحابہ کرام کا بھی اجماع ہے اور امت کا بھی، نہ صحابہ میں سے کسی نے اس سے اختلاف کیا، نہ امت کے کسی عالم وفقیہ نے۔ نبی ﷺ کے سامنے بھی زِنا کے جو بعض کیس آئے، اس میں آپ نے تحقّق زنا کے بعد جو استفسار فرمایا، وہ یہی تھا کہ یہ زانی شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ اور یہ معلوم ہونے پر کہ یہ شادی شدہ ہے آپ نے بلا تامل رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ خلفاے راشدین کا بھی یہی معمول رہا، اور اُمت کے تمام فقہاء وائمہ نے بھی یہی کہا۔ یعنی شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا، کوئی دوسری رائے سامنے نہیں آئی، سوائے خوارج کے جنہیں مسلمانوں نے کبھی 'مسلمان' ہی نہیں سمجھا۔

لیکن مولانا اصلاحی صاحب نے کہا کہ زانی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، دونوں کی سزا ایک ہی ہے اور وہ ہے سو کوڑے۔ ان کے نزدیک رجم کی سزا صرف زِنا کے ارتکاب پر نہیں دی جاسکتی۔ البتہ اس زانی کو بطورِ تعزیر یہ سزا دی جاسکتی ہے جو معاشرے کی عزت وناموس کے لیے خطرہ بن جائے، جو زنا اور اغوا کو پیشہ بنا لے، جو دن دہاڑے لوگوں کی عزت وآبرو پر ڈاکہ ڈالے اور کھلم کھلا زنا بالجبر کا مرتکب ہو (تفسیر 'تدبرِ قرآن': ج ۴، ص ۵۰۴، ۵۰۵)

گویا اصلاحی صاحب نے یہ 'اجتہاد' فرمایا ہے کہ رجم، زنا کی سزا نہیں ہے، صرف غنڈہ گردی کی تعزیری سزا ہے، جو وقت کے حاکم اور قاضی کی صوابدید پر منحصر ہے۔ وہ کسی غنڈے کے لیے رجم کی سزا تجویز کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، شریعتِ اسلامیہ میں یہ سزا بطورِ حد نہیں ہے۔

(۱) مولانا اصلاحی صاحب کا یہ نظریۂ رجم، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، کئی گمراہیوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک تو اُن تمام احادیث کو نظر انداز کردیا گیا ہے جو مشہور، متفق علیہ اور متواتر ہیں، کیونکہ وہ تقریباً تین درجن صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ یہ انکارِ حدیث کی اتنی واضح جسارت ہے، جس پر بڑی سے بڑی وکالت صفائی بھی پردہ نہیں ڈال سکتی۔

(۲) دوسرے اجماعِ صحابہ اور اجماعِ اُمت سے سخت بے اعتنائی ہے۔ حالانکہ اجماعِ صحابہ خود مولانا اصلاحی صاحب کی صراحت کے مطابق دین میں حجت اور سنت ہے جس سے انحراف کی اجازت ان

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مفصل مضمون کے آخر میں جو 'سنتِ خلفاے راشدین' کے عنوان سے فروری ۱۹۵۶ء کے 'ترجمان القرآن'، لاہور میں چھپا ہے، لکھتے ہیں:

''اب میں یہ بتاؤں گا کہ میں خلفاے راشدین کے اس طرح کے طے کردہ مسائل کو کیوں سنت کا درجہ دیتا ہوں، میرے نزدیک اس کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس کی پہلی وجہ تو وہ حدیث ہے جس میں نبی ﷺ نے خود خلفاے راشدین کی سنت کو سنت کا درجہ بخشا ہے ......

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اِجماع ہمارے ہاں ایک شرعی حجت کی حیثیت رکھتا ہے اور اجماع کی سب سے اعلیٰ قسم اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہی ہوسکتی ہے جس کی مثالیں خلفاے راشدین کے عہد میں ملتی ہیں ......

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ابتدا سے خلفاے راشدین کے تعامل کو ملت میں ایک مستقل شرعی حجیت کی حیثیت دی گئی ہے ......

۴۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ دین کی تکمیل اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے ہوئی ہے لیکن امت کی اجتماعی زندگی میں اس کے مضمرات کا پورا پورا مظاہرہ حضرات خلفاے راشدین کے ہاتھوں ہوا ...... اس پہلو سے خلفاے راشدین کا دور گویا عہدِ رسالت ہی کا ایک ضمیمہ ہے اور ہمارے لیے وہ پورا نظام ایک مثالی نظام ہے جو ان کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوا۔ پس اس دور میں جو نظائر قائم ہوچکے ہیں، وہ ہمارے لیے دینی حجت کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہمارے لیے ان سے انحراف جائز نہیں ہے......'' (ماہنامہ 'ترجمان القرآن'، فروری ۱۹۵۶ء)

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مولانا اصلاحی اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جس مسئلے میں ائمہ اربعہ بھی متفق ہوں، ان کا یہ اتفاق اجماعِ اُمت کے مترادف اور دین میں حجت ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں

''ایک انطباق تو وہ ہے جس پر خلفاے راشدین اپنے دور کے اہل علم وتقویٰ کے مشورے کے بعد متفق ہو گئے ہیں۔ یہ اسلام میں اِجماع کی بہترین قسم ہے اور یہ بجائے خود ایک شرعی حجت ہے۔ اسی طرح ایک انطباق وہ ہے جس پر ائمہ اربعہ متفق ہو گئے ہیں۔ یہ اگرچہ درجے میں پہلی قسم کے اِجماع کے برابر نہیں ہے، تاہم چونکہ یہ اُمت من حیث الامہ ان ائمہ پر متفق ہوگئی ہے...... اس وجہ سے ان ائمہ کے کسی اجماع کو محض اس دلیل کی بنا پر ردّ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ معصوم نہیں تھے۔ یہ معصوم تو بے شک نہیں تھے لیکن ان کے معصوم نہ ہونے کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ کسی امر پر ان کا اتفاق دین میں حجت نہ بن سکے۔'' (عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ: ص ۵۸، طبع فیصل آباد)

اور یہ ظاہر ہے کہ رجم کی وہ زیر بحث حد، جس کا انکار مولانا اصلاحی صاحب نے فرمایا ہے، اجماعِ صحابہ کے علاوہ، ائمہ اربعہ سمیت تمام فقہاے امت کا اس پر اتفاق ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

خود اصلاحی صاحب کی مذکورہ تصریحات کے مطابق حدِرجم کا انکار کتنی بڑی گمراہی ہے۔

(۳) تیسرے، مولانا اصلاحی کے نظریۂ رجم میں رجم کو جو ایک شرعی حد ہے یعنی اللہ رسول کی مقررہ حد، جس میں کسی بھی شخص کو کمی بیشی یا ترمیم وتبدیلی کا حق نہیں۔ شرعی حدود سے خارج کر کے تعزیری سزا بنا دیا گیا ہے جو صرف حاکم اور جج کی صوابدید پر منحصر ہے۔

(۴) چوتھے، رجم کی یہ تعزیری سزا بھی مولانا اصلاحی کے خیال کے مطابق صرف زانی کو نہیں دی جائے گی، چاہے وہ باکرہ ہو یا غیر باکرہ بلکہ پیشہ ور زانیوں اور غنڈوں کو دی جائے گی یا بالفاظِ دیگر یہ 'تعزیری رجم' زنا کی نہیں، غنڈہ گردی کی سزا ہے اور ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ اپنے اس زعم باطل کے اثبات کی خاطر انہوں نے حضرت ماعزؓ صحابی اور غامدی خاتون صحابیہ رضی اللہ عنہما کو عادی زانی اور پیشہ ور طوائف باور کرایا ہے اور موصوف نے یہ 'استنباط' یا 'اجتہاد' آیتِ محاربہ سے کیا ہے جس میں رجم کی سزا کا کوئی ذکر ہے نہ مفسرین اُمت میں سے کسی نے یہ استنباط کیا ہے، جس سے یہ واضح ہے کہ یہ مولانا اصلاحی کا ایک تحکمانہ فعل، ایک گونہ شریعت سازی اور اس سلفی تعبیر کے خلاف ہے جس کے پابند علماے سلف وخلف چلے آرہے ہیں اور جس کی پابندی کی تلقین وہ خود بھی کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی کتاب 'اسلامی قانون کی تدوین' میں 'کتاب وسنت کی تعبیر میں سلف صالحین کی پیروی' کے عنوان سے لکھتے ہیں

> ''تدوین قانون کے کام کے ہر مرحلے میں یہ حقیقت پیش نظر رکھی جائے کہ مسلمان کتاب وسنت کی جن تعبیروں پر اعتماد رکھتے ہیں، انہی تعبیروں پر مبنی ضابطہ قانون بنایا جائے۔ اگر اپنی طرف سے نئی تعبیریں محض شوقِ اجتہاد میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی تو ان کو لوگ ہرگز قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے اور اگر غلط طریقوں سے ان کو لوگوں پر لادنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج مضر بلکہ مہلک ہوں گے۔'' (آگے چل کر مزید لکھتے ہیں)
>
> ''سلامتی کا راستہ ہمارے نزدیک یہی ہے کہ کتاب وسنت کی تعبیرات میں سلف صالحین کی پیروی کی جائے۔'' (اسلامی قانون کی تدوین: ص ۱۳۵، ۱۳۷)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مولانا اصلاحی کا نظریۂ رجم ایک بڑی لغزش اور ایسی عظیم گمراہی ہے جس میں کئی گمراہیاں جمع ہوگئی ہیں مثلاً

۱۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کی گئی ہے۔

۲۔ یہ انکارِ حدیث کو مستلزم ہے۔

۳۔ سلف صالحین کی تعبیر کے خلاف ہے۔

۴۔ شریعت سازی کا ارتکاب ہے۔

۵۔ اجماعِ صحابہ کے خلاف ہے جس سے انحراف کی اجازت نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اجماعِ ائمہ اربعہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے جس کا منکر ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ﴾ (نساء:۱۱۵) کا مصداق ہے۔

مولانا اصلاحی کے نظریۂ رجم کی مدلل تردید

اسی لیے راقم نے ۱۹۸۱ء میں ایک کتاب لکھی تھی: ''حدرِجم کی شرعی حیثیت اور شبہات ومغالطات کا جائزہ'' اس میں جہاں اور منکرین رجم کے دلائل ومغالطات کا جواب دیا تھا، وہاں مولانا اصلاحی کے نظریۂ رجم پر بھی تفصیل سے گفتگو کی تھی۔ اس میں راقم نے مولانا اصلاحی کے نظریۂ رجم کے مذکورہ تباہ کن نقصانات کی وضاحت کے بعد یہ بھی تحریر کیا تھا:

''مولانا موصوف کا یہ نظریۂ رجم خود موصوف کی ساری عمر کی دینی جدوجہد اور علمی کاوشوں پر پانی پھیر دیتا ہے [جبکہ ماضی میں] موصوف نے اپنے ایک مخصوص نقطۂ نظر کے ساتھ نظریۂ انکارِ حدیث کا ردّ کیا ہے، قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح میں سلفی تعبیر سے انحراف کو گمراہی قرار دیا ہے، اجماعِ صحابہ، اجماعِ امت، بلکہ اجماعِ ائمہ اربعہ تک کو بھی دین میں حجت بتلایا ہے اور'اجتہاد' میں شریعت سازی کے رجحان کی سختی سے تردید کی ہے۔ لیکن اپنے مخصوص نظریۂ رجم کے اثبات میں انہوں نے مذکورہ تمام باتوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اب دو ہی باتیں ہیں:

۱۔ یا تو مولانا کا نظریۂ رجم غلط ہے اور یہ اُن کی فکری لغزش ہے جس سے انہیں فوری طور پر رجوع کر لینا چاہیے۔

۲۔ اور اگر انہیں اسکی صحت پر اصرار ہے تو اس کا مطلب اپنی عمر بھر کی مذکورہ کاوشوں کی نفی ہے۔

ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ مولانا اوّل الذکر بات تسلیم کر کے اپنے نظریۂ رجم سے رجوع فرمالیں، یہ ان شاء اللہ ان کے حق میں بھی بہتر ہے اور تمام اہل دین کے حق میں بھی۔ بصورتِ دیگر انہیں ثابت کرنا ہوگا کہ ان کا نظریۂ رجم انکارِ حدیث کو بھی مستلزم نہیں، سلفی تعبیر کے بھی خلاف نہیں، اجماعِ صحابہ، اجماعِ امت اور اجماعِ ائمہ اربعہ کے بھی خلاف نہیں، اور یہ شریعت سازی بھی نہیں عَلَی عَلَی نه خر لقتقِی ۔'' (کتابِ مذکور: ص ۷، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، لاہور)

راقم کی اس کتاب کو چھپے ہوئے بیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں لیکن مولانا اصلاحی یا ان کے کسی شاگرد یا معتقد نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ مولانا اصلاحی کو بھی اپنی ہمہ دانی کا بڑا زعم تھا اور ان کے بعض تلامذہ بھی اسی پندارِ علم کا شکار ہیں۔ لیکن الحمد للہ اتنے طویل عرصے کے باوجود ان کی طرف سے مذکورہ باتوں کے جواب میں مکمل خاموشی ہے، جس سے یہ بات واضح ہے کہ مولانا اصلاحی اور ان کے ہم مکتب حضرات کے پاس سوائے ہٹ دھرمی کے کوئی دلیل نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

اصلاحی نظریۂ رجم، شرعی عدالت کی گمراہی کا ذریعہ بنا

مولانا اصلاحی نے ایک منصوص حد، حدِرجم، کا جس طرح انکار کیا، اس نے منکرین حدیث کو بڑا عزم وحوصلہ بخشا ہے۔ اس سے ان کی جسارتوں میں خوب اضافہ ہوا ہے۔ پہلے وہ مسلماتِ اسلامیہ کا انکار کرنے میں بڑا تامل کرتے تھے یا انہیں حسین غلافوں میں لپیٹ کر پیش کرتے تھے لیکن مولانا اصلاحی کے موقف ومسلک کے بعد ان کے حجاب دور ہو گئے۔ چنانچہ آج سے کم وبیش ۲۰ سال قبل وفاقی شرعی عدالت پاکستان نے بھی یہ فیصلہ دے دیا کہ رجم اسلامی حد نہیں ہے جس پر پورے ملک میں اضطراب کی شدید لہر اٹھی۔ اس وقت جسٹس آفتاب حسین شرعی عدالت کے چیئرمین تھے، بعد میں شرعی عدالت کے چیف کو بھی، چیف جسٹس کہا جانے لگا۔ آفتاب حسین پرویزی ذہن کے حامل تھے۔ مولانا اصلاحی کے نظریات کی شکل میں انہیں انکارِ حدیث کا ایک واضح راستہ مل گیا اور انہوں نے شوخ چشمانہ جسارت کی کہ چودہ سو سال سے متفق علیہ اسلامی حد، حد رجم کی بابت مذکورہ فیصلہ صادر فرمادیا۔ اس پر جب علمائے کرام کی طرف سے شدید احتجاج ہوا تو جنرل ضیاء الحق مرحوم نے شرعی عدالت میں تین علماء کرام کا بطورِ جج تعین کیا اور اس کے بعد دوبارہ مذکورہ فیصلے پر عدالت نے اپنے پہلے فیصلے کے برعکس یہ فیصلہ دیا کہ رجم اسلامی حد ہے جو شادی شدہ زانی کے لیے اسلام میں مقرر ہے اور اس پر صحابہ کرام سمیت پوری اُمت کے علماء وفقہا کا اتفاق ہے۔

اس تفصیل سے اصل مقصد اس نکتے کی وضاحت ہے کہ مولانا اصلاحی کا نظریۂ رجم سخت گمراہ کن ہے۔ اس سے منکرین حدیث کو اسلامی مسلمات پر شب خون مارنے کا موقعہ ملا ہے جیسا کہ مذکورہ فیصلے میں ہوا۔ اس نظریے کے یہ تباہ کن خطرناک نتائج ہیں جو بالکل لازمی اور منطقی ہیں۔ اس سے کوئی شخص شترمرغ کی طرح آنکھیں بند کرلے، تو اس سے حقیقت تبدیل ہوسکتی ہے، نہ نتائج کو بدلا جا سکتا ہے۔

فکر فراہی کی بنیادی کجی

اور یہ ایسے ہی ہے، جیسے خود مولانا اصلاحی نے اپنی تفسیر 'تدبر قرآن' کے مقدمے میں لکھا ہے:

> ''جس طرح خاندانوں کے شجرے ہوتے ہیں، اسی طرح نیکیوں اور بدیوں کے بھی شجرے ہیں۔ بعض اوقات ایک نیکی کو ہم معمولی نیکی سمجھتے ہیں حالانکہ اس نیکی کا تعلق نیکیوں کے اس خاندان سے ہوتا ہے جس سے تمام بڑی نیکیوں کی شاخیں پھوٹی ہیں۔ اسی طرح بسا اوقات ایک برائی کو ہم معمولی برائی سمجھتے ہیں لیکن وہ برائیوں کے اس کنبے سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہے جو تمام مہلک بیماریوں کو جنم دینے والا کنبہ ہے۔'' (مقدمہ تدبر قرآن، طبع اوّل ستمبر ۱۹۶۷ء)

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

بالکل اسی طرح فکری کجی اور گمراہی کا معاملہ ہے۔ جب انسان کے فکر ونظر کے زاویے میں کسی ایک مقام پر کجی آجائے، تو پھر اس کا دائرہ بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض دفعہ اس کا رخ ہی تبدیل ہوجاتا ہے۔ جس طرح ایک گاڑی کا کانٹا بدل جائے تو پھر وہ اس بدلے ہوئے کانٹے پر تیزی سے رواں دواں رہتی ہے تاآنکہ دوبارہ اس کا کانٹا بدل کر اسے سیدھے راستے پر گامزن نہ کردیا جائے۔ فکر فراہی کی بنیاد میں ایک بہت بڑی کجی یہ ہے کہ اس میں قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح کے لیے احادیث وآثار کو ثانوی اور عربوں کے جاہلی ادب کو اوّلین حیثیت اور اس طرح سلف کی تعبیر کے مقابلے میں اپنی عقل وفہم کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دبستانِ فکر سے وابستہ اہل قلم کا رشتہ احادیث اور اسلاف سے کم ہوگیا۔ احادیث کا ذخیرہ ان کی نظروں میں غیر مستند ٹھہرا اور جاہلی ادب اور شعری دواوین، جن کی سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے، وہ مستند ومعتبر قرار پائے۔ اپنی فہم ورائے کی اصابت پر انہیں یقین ہے اور اس کے مقابلے میں اجماعِ صحابہ واجماعِ امت تک بے حیثیت ہے (جس کی سب سے بڑی دلیل ان کا گمراہانہ نظریۂ رجم ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے اور 'تدبر قرآن' میں متعدد مقامات پر اس زیغ وضلال کی مزید مثالیں موجود ہیں جس میں واقعہ معراج کا انکار بھی ہے۔) اگر فکر فراہی میں یہ کجی نہ ہوتی تو کبھی اس گروہ کی طرف سے رجم کی متواتر احادیث کو ردّ کرنے کی اور اجماعِ صحابہ واجماعِ امت کو نظر انداز کرنے کی شوخ چشمانہ جسارت کا ارتکاب نہ ہوتا۔ اس کجی نے ہی ان میں یہ استبدادِ رائے پیدا کیا اور انہیں یہ عزم وحوصلہ بخشا کہ ایک منصوص اور متفق علیہ حد کا نہ صرف نہایت بے دردی سے انکار کیا بلکہ حضرت ماعز اور غامدیہ عورت رضی اللہ عنہما کو نعوذ باللہ پیشہ ور غنڈہ اور طوائف قرار دیا۔ کیونکہ اس گستاخی کے بغیر رجم کی تعزیری حیثیت کا اِثبات ممکن نہیں تھا۔

بہر حال اس تفصیل سے مقصود اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ احادیثِ رسول سے بے اعتنائی، بلکہ ان کا انکار فکرِ فراہی کی بنیاد میں شامل ہے۔ اسی لیے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے آج سے تقریباً چالیس سال قبل مولانا مودودی مرحوم کے 'مسلکِ اعتدال' کا ردّ کرتے ہوئے اپنے فاضلانہ مقالے 'جماعتِ اسلامی کا نظریۂ حدیث' میں مولانا اصلاحی، شبلی نعمانی، مولانا حمید الدین فراہی، مولانا مودودی اور عام فرزندانِ ندوہ کے بارے میں تحریر فرمایا تھا کہ

> ''یہ حضرات حدیث کے منکر نہیں، لیکن ان کے اندازِ فکر سے حدیث کا استخفاف اور استحقار معلوم ہوتا ہے اور طریقہ گفتگو سے انکار کے لیے چور دروازے کھل سکتے ہیں۔'' (حجیتِ حدیث: ص۱۱۴)

پھر اس مقالے میں آگے چل کر اپنی اس رائے کا اظہار فرمایا تھا کہ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasaileJaraid.com

www.KitaboSunnat.com

’’میری رائے میں مولانا مودودی اورمولانا اصلاحی صاحب کے نظریات نہ صرف مسلک اہلحدیث کے خلاف ہیں بلکہ ان کے یہ نظریات تمام ائمہ حدیث کے بھی خلاف ہیں۔ان میں آج کے جدید اعتزال و تجہّم کے جراثیم مخفی ہیں۔‘‘

اس وقت بہت سے حضرات مولانا سلفی صاحب مرحوم کی اس رائے پر چونکے ہوں گے اوراستعجاب کا اظہار کیا ہوگا لیکن آج اس کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوکر سامنے آ گئی ہے اوراس میں قطعاً کوئی ابہام یا شک نہیں رہ گیا ہے،جس کا ایک بڑا ثبوت مولانا اصلاحی کی تفسیر ’تدبر قرآن‘ ہے جو حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے زمانے میں منظر عام پرنہیں آئی تھی۔ اس میں مولانا اصلاحی نے احادیث وآثار سے اکثر مقامات پر سخت بے اعتنائی برتی ہے ، اور لغت اور جاہلی ادب پر یا اپنی فہم وفراست پر یا مزعومہ قرائن پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اس لیے یہ تفسیر، تفسیر بالرائ الفاسد کا ایک ایسا نمونہ ہے جس کی مذمت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔اسی فاسد رائے اور حدیث کے انکار کا ایک نمونہ حد رجم کا بطورِ حد شرعی انکار ہے اور بطورِ تعزیر پیشہ ور بدمعاشوں اور غنڈوں کے لیے اس کا اثبات ہے جو انہوں نے سورۂ مائدہ کی آیت محاربہ کے لفظ قُتِّلُوا سے کشید کی ہے۔ حالانکہ رجم ایک ایسی حد ہے کہ اگر اسے نص پر مبنی تسلیم نہ کیا جائے جیسا کہ اصلاحی صاحب تسلیم نہیں کرتے تو پھر اسے تعزیر کے طور پر اپنے قیاس واستنباط سے کسی بھی جرم کی سزا کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں ایذا دے دے کر مارنے کا انداز پایا جاتا ہے، حالانکہ شریعت نے جانوروں تک کو ایذا دے کر مارنے سے منع کیا ہے، اسی طرح مثلہ کرنے سے بھی سختی سے روکا گیا ہے۔لیکن شریعت کے نزدیک ایک شادی شدہ شخص کا ارتکابِ زنا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس نے بطورِ عبرت یہ سزا ایسے مجرموں کے لیے رکھی ہے۔اب اگر کوئی شخص شریعت کی اس نص (عمل رسول اور حکم رسول) ہی کو تسلیم نہیں کرتا ، اور کہتا ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا بھی سو کوڑے ہی ہیں تو اسے یہ حق کہاں سے حاصل ہوسکتا ہے کہ تعزیر کے طور پر اپنی طرف سے اور اپنے قیاس سے کسی اور جرم کی یہ سزا تجویز کرے ،جب کہ اس میں ایذا دہی اور مثلے کا انداز پایا جاتا ہے جو شریعتِ اسلامیہ میں ممنوع ہے۔ اس سے تو زیادہ بہتر ’قیاس یا اجتہاد‘ یہ تھا کہ اصلاحی صاحب سرے سے رجم کا ہی انکار فرما دیتے۔ بطورِ حد زانی محصن تو کیا ہی تھا ، بطورِ تعزیر بھی کردیتے۔ بطورِ تعزیر اس کا جواز تسلیم کرنے میں آخر کیا تک ہے؟ یہ حدیثِ رسول سے انکار کی وہ آفت ہے جو مولانا اصلاحی صاحب کی عقل وفہم پر پڑی ہے اور ایسا ’اجتہاد‘ یا ’استنباط‘ فرمایا ہے جس کی شرعی بنیاد تو پہلے ہی نہیں ہے، عقلی اور اخلاقی بنیاد سے بھی وہ محروم ہے۔ آہ! سچ ہے ؎ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو!

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

دوسرا بڑا ثبوت، تدبر قرآن کے بعد، تدبرِ حدیث ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے ادارے کا نام 'ادارۂ تدبرِ قرآن وحدیث' رکھا ہے۔ اور قرآن پر تدبر کرنے، یعنی اپنی عقل وقیاس سے قرآنی حقائق کا حلیہ بگاڑنے کے بعد، اب حدیث کا روئے آبدار مسخ کرنے کی طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے چند محاضرات (لیکچروں) کا اہتمام فرمایا۔ انہی محاضرات کے مجموعے کا نام 'مبادیٔ تدبر حدیث' نامی کتاب ہے جس میں حدیث کے پرکھنے کے تمام محدثانہ اُصولوں کو ناکافی اور بے وقعت قرار دیتے ہوئے نئے اُصول وضع کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے تاکہ محدثین کی بے مثال کاوشوں پر پانی پھیر دیا جائے اور لوگوں کو ایسے ہتھیار فراہم کردیے جائیں جنہیں استعمال کرکے وہ جس حدیث صحیح کو چاہیں ردّ کردیں اور جس ضعیف اور باطل حدیث کو چاہیں، صحیح قرار دے لیں۔

دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ حدیث کے پرکھنے کے لیے محدثانہ اُصول وقواعد میں جو خامیاں اور کوتاہیاں رہ گئی تھیں، اس کتاب میں اِن کا اِزالہ کیا گیا ہے اور ایسے نئے قواعد واصول وضع کیے گئے ہیں کہ ان کی روشنی میں تمام احادیث کو نئے سرے سے پرکھا جاسکے۔ کتنا بڑا دعویٰ ہے؟ لیکن اسی بلند بانگ دعوے میں حدیث کا اِنکار مضمر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری جیسے امامِ فن نے بھی اگر کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دیا ہے تو محدثین کے اُصول وقواعد میں ایسی خامیاں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے امام بخاری کے فیصلے کے برعکس صحیح حدیث، ضعیف اور ضعیف حدیث، صحیح ہوسکتی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اصلاحی صاحب کے گھڑے ہوئے اُصولوں کی روشنی میں تمام ذخیرۂ احادیث کا نئے سرے سے جائزہ لیا جائے۔ یہ انکارِ حدیث کا راستہ چوپٹ کھولنے کے مترادف نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور کیا یہ محدثین کی تمام کاوشوں پر خطِ نسخ پھیرنا نہیں ہے؟

برعکس نہند نام زنگی کافور، دنیا کی عام روش ہے۔ لیکن فساد کا نام اِصلاح یا شراب کا نام روح افزا رکھ لینے سے حقیقت نہیں بدل جاتی ہے۔ یہ غرورِ نفس یا دل کا بہلاوا اور تسویل شیطان ہے۔ بہرحال مولانا اصلاحی صاحب کی کتاب 'مبادیٔ تدبر حدیث' ایک نہایت خطرناک کتاب ہے جس میں محدثین کی کاوشوں کی نفی یا ان کا استخفاف کرکے انکارِ حدیث کا راستہ چوپٹ کھول دیا گیا ہے جس کے بعد قرآن کو ماننے کا دعویٰ بھی بے حیثیت قرار پاتا ہے۔ اور یہ کوئی مفروضہ، واہمہ اور تخیل کی کرشمہ آرائی نہیں، بلکہ وہ حقیقت ہے جسے خود مولانا اصلاحی تسلیم بلکہ اس کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے مقدمہ تفسیر تدبر قرآن میں منکرین حدیث کے رویے کے ضمن میں لکھتے ہیں

> ''منکرین حدیث کی یہ جسارت کہ وہ صوم وصلوٰۃ، حج وزکوٰۃ اور عمرہ وقربانی کا مفہوم بھی اپنے جی سے بیان کرتے ہیں اور اُمت کے تواتر نے ان کی جو شکل ہم تک منتقل کی ہے، اس میں اپنی

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوائے نفس کے مطابق ترمیم وتغیر کرنا چاہتے ہیں، صریحاً خود قرآن مجید کے انکار کے مترادف ہے''

مولانا اصلاحی صاحب جن کو منکرین حدیث قرار دے رہے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنا مسلک 'انکارِ حدیث بتلاتے ہوں بلکہ وہ بھی حدیث کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ غلام احمد پرویز، اسلم جیراج پوری، تمنا عمادی اور دیگر مشہور منکرین حدیث کی تحریریں پڑھ لیجیے، سب حدیث کے ماننے کے دعوے دار ہیں، کوئی بھی حدیث کی حجیت سے انکار نہیں کرتا ہے۔ پھر انہیں منکرین حدیث کیوں کہا جاتا ہے؟ صرف اس لیے کہ زبان سے حدیثِ رسول ماننے کے باوجود حدیث میں تشکیک پیدا کرنا اور محدثین کی سعی وجہد کو بے حیثیت قرار دینا، ان کا مشغلہ ہے، جس نے عملاً انہیں حدیث کا ہی منکر نہیں بنایا بلکہ بقول اصلاحی صاحب کے، ان کا قرآن پر ایمان کا دعویٰ بھی محل نظر ہی قرار پاتا ہے۔

بالکل یہی معاملہ مولانا اصلاحی اور ان کے تلامذہ کا ہے۔ وہ بھی گو انکار کے علم بردار نہیں ہیں لیکن وہ جس طرح حدیث کا استخفاف، حتیٰ کہ رجم کی متواتر اور متفق علیہ روایات کا انکار کر رہے ہیں اور محدثین کے اصول وقواعد کو ناکافی قرار دے رہے ہیں، اس نے دبستانِ فراہی سے وابستہ افراد کو بھی منکرین حدیث ہی کی صف میں لا کھڑا کیا ہے، کیونکہ حدیث کے بارے میں ان کی مذموم مساعی سے بھی حدیث ہی کا انکار لازم نہیں آرہا، بلکہ قرآنی مسلمات سے بھی انحراف کا راستہ کھل رہا ہے۔

چنانچہ مولانا اصلاحی صاحب کے تلمذ کے دعوے داروں میں سے سب سے زیادہ نمایاں اور قریب جاوید احمد غامدی کو دیکھ لیجیے، جو مولانا اصلاحی کو 'امام' لکھتے ہیں۔ یوں اس گروہ کے اِمام اوّل مولانا حمید الدین فراہی، امامِ ثانی مولانا امین احسن اصلاحی قرار پاتے ہیں اور بمصداق ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، امامِ ثالث یہی غامدی صاحب ہیں۔ یہ کوئی استہزاء نہیں ہے۔ اگر اوّل الذکر دونوں بزرگ امام ہیں تو تیسرے امام یقیناً غامدی صاحب ہی ہیں۔

بہرحال مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ اِمام اول نے حدیث کے استخفاف اور اس سے بے اعتنائی کی جو بنیاد رکھی تھی، دوسرے امام (مولانا اصلاحی) کے رویے نے اسے انکار حدیث تک پہنچا دیا اور انہوں نے رجم کی احادیث اور دیگر صحیح احادیث کو ردّ کر دیا اور 'مبادی تدبر حدیث' کے ذریعے سے تمام ذخیرۂ احادیث کو مشکوک قرار دے دیا ہے اور اب تیسرے امام نے قرآنی مسلمات کا بھی انکار شروع کر دیا ہے۔ اور انکارِ حدیث کا یہ وہ منطقی اور لازمی نتیجہ ہے جسے اصلاحی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ بالآخر یہ گروہ بھی اپنے اس منطقی انجام کو پہنچ گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

پسر تمام کند

جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے بارے میں ہماری یہ بات لوگوں کے لیے شاید 'انکشاف' کا درجہ رکھتی ہو اور ممکن ہے بہت سے لوگ یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوں، لیکن یہ ایک ایسا واقعہ اور حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اس کے دلائل حسبِ ذیل ہیں :

جون ۱۹۸۹ء میں وفاقی شرعی عدالت پاکستان (لاہور) میں تقریباً دو ہفتے مسئلہ شہادتِ نسواں پر بحث ہوئی۔ فاضل عدالت کی درخواست پر جناب غامدی نے بھی اپنا موقف پیش کیا جس میں انہوں نے مسئلہ مذکور میں ہی مغرب زدگان کی ہم نوائی نہیں کی بلکہ اور بھی کئی قرآنی مسلمات کا انکار کیا، بلکہ قرآن کریم کی معنوی تحریف کا بھی ارتکاب کیا۔ راقم بھی اس بحث میں چونکہ مکمل طور پر شریک رہا تھا، اس لیے غامدی صاحب کا پورا بیان سننے کا موقع ملا۔ اس موضوع پر راقم اپنا مفصل مقالہ فاضل عدالت کے روبرو پہلے پیش کر چکا تھا، تاہم غامدی صاحب کے بیان کے بعد راقم نے فاضل عدالت کو خطاب کر کے کہا کہ غامدی صاحب نے تمام اسلامی مسلمات کا انکار کیا ہے، اس لیے ہمیں اس بیان پر بحث کرنے اور اس کا جواب دینے کا موقعہ دیا جائے۔ لیکن اس وقت کے چیف جسٹس جناب گل محمد مرحوم نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ یہ مجلس مناظرہ نہیں ہے، آپ دونوں ایک ایک رسالے کے ایڈیٹر ہیں، اپنے اپنے رسالوں میں یہ شوق پورا فرمالیں۔ بہر حال پھر راقم نے دوسرے ججوں سے ملاقات کر کے غامدی صاحب کے بیان کا تحریری جواب عدالت میں دے دیا۔

نومبر ۱۹۹۰ء کے 'اشراق' میں غامدی صاحب نے اپنے اس بیان کا خلاصہ شائع کر دیا ہے جو انہوں نے فاضل عدالت کے روبرو پیش کیا تھا۔ اس خلاصے میں اگرچہ وہ طمطراق، ہمہ دانی کا وہ پندار اور زبان وبیان کے وہ تیور نہیں جو عدالت کے سامنے زبانی بیان میں تھے تاہم بنیادی موقف تقریباً وہی ہے جو وہاں پیش کیا گیا تھا، اپنے اس بیان میں غامدی صاحب نے جن مسلمات کا انکار کیا، اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے

(۱) ﴿وَالّٰتِیْ یَاتِیْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ میں الفاحشة سے کیا مراد ہے؟ صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک تمام مفسرین، محدثین، علماء وفقہا نے کہا ہے کہ اس سے بے حیائی کی وہ قبیح ترین صورت مراد ہے جسے زنا کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کی وضاحت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اس صحیح حدیث میں آ گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ میں جس 'سبیل' کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا، وہ سبیل واضح کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنا اور غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگانا۔

اس حدیث نے یہاں 'فاحشۃ' کے مفہوم کو متعین اور اس جرم کے اثبات کے لیے چار مسلمان مرد

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گواہوں کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ نصابِ شہادت تو یہاں قرآن نے ہی بیان کر دیا ہے جس کا اِعادہ سورۂ نور کی آیت۴ ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ، الآية﴾ میں بھی کیا گیا ہے۔ اور زنا کی حد بالخصوص شادی شدہ زانی مرد وعورت کی حد، حدیث رسول ﷺ میں 'سبیل' کی وضاحت کرتے ہوئے فرما دی گئی ہے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث عبادہؓ کی وجہ سے تمام مفسرین اُمت اور تمام علماء وفقہاء مذکورہ حد زنا اور نصاب شہادت کو تسلیم کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مولانا اصلاحی جنھوں نے خوارج کے بعد، اُمت میں سب سے پہلے حد رجم کا انکار کیا، وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آیاتِ مذکورہ میں بیان کردہ تعزیرات اگرچہ سورۂ نور میں نازل شدہ حدود کے بعد منسوخ ہوگئیں لیکن بدکاری کے معاملے میں شہادت کا یہی ضابطہ بعد میں بھی باقی رہا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر 'تدبر قرآن': ج ۲،ص ۳۷)

لیکن غامدی صاحب نے اپنے عدالتی بیان میں کہا کہ الفاحشة سے مراد زنا نہیں ہے، نہ اس میں زنا کی سزا ہی بیان کی گئی ہے، بلکہ اس میں استمرار کا مفہوم پایا جاتا ہے (اپنے خلاصے میں غامدی صاحب نے استمرار والی بات حذف کردی ہے جب کہ عدالت میں یہ بات انہوں نے بڑے اعتماد بلکہ ادعا کے ساتھ پیش کی تھی) جس کی وجہ سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو پیشہ ور طوائفیں ہیں، ان کی سزا اس میں بیان کی گئی ہے، عام بدکار عورتوں کی یہ سزا نہیں ہے۔

(۲) پھر اسی پر بس نہیں کی گئی، یہ دعویٰ بھی انہوں نے کیا کہ قرآن وحدیث میں کہیں سرے سے ثبوتِ زنا کیلئے چار گواہوں کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس لئے اثباتِ زنا کے لئے چار گواہوں کا نصاب ہی نہیں زنا تو ایک گواہ بلکہ ایک بچے کی شہادت، بلکہ بغیر کسی شہادت کے قرائن کی بنیاد پر بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

اور قرآنِ کریم کی آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الآية﴾ جس میں چار مرد گواہوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے، اس کی بابت ارشاد فرمایا (جو تحریف معنوی ہے) کہ اس میں ان لوگوں کی سزا بیان کی گئی ہے جو بیٹھے بٹھائے یوں ہی بغیر کسی واقعے کے صدور کے، کسی پر بدکاری کی تہمت لگا دیں۔ اس کا تعلق زنا کے اس الزام سے نہیں ہے جس کا فی الواقع ارتکاب کیا جا چکا ہو، کیونکہ اس کے ثبوت کے لیے تو کسی متعین نصاب شہادت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

(۳) عدالت میں موصوف نے حد اور تعزیر کے مابین فرق کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا تاہم شائع کردہ خلاصے میں اس نکتے کو پتہ نہیں، کیوں حذف کردیا ہے۔

جناب غامدی صاحب کی یہ تمام باتیں قرآن وحدیث کی واضح نصوص کے خلاف ہیں اور جیسا کہ خود موصوف نے عدالت میں تسلیم کیا کہ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امت میں پہلا فرد ہوں جس کی یہ رائے ہے، حتیٰ کہ اس رائے میں اپنے استاذ مولانا امین احسن اصلاحی سے بھی مختلف ہوں'' (غامدی صاحب نے اپنے شائع کردہ خلاصے میں اس اِدعا کو بھی حذف کردیا ہے۔)

غامدی صاحب نے جو موقف اختیار کیا ہے، اس کے دلائل پر تو راقم بحث کرچکا ہے جو ماہنامہ 'محدث' لاہور میں ۱۹۹۱ء کے اوائل میں شائع ہوچکی ہے، یہاں اس تفصیل سے اس پہلو کی وضاحت مقصود ہے کہ فقہاے امت کے متفقہ مسلک سے انحراف نے، جو دراصل حجیت ِحدیث کے اِنکار پر مبنی ہے موصوف کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے اور کتنے فخر سے وہ پوری امت میں اپنے منفرد ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس زیغ وضلال اور من شذّ شذّ ...... کا مصداق بننے سے بچائے۔

(۴) اسی طرح آیت ِمداینہ کی بابت جس میں قرض کے سلسلے میں دو مرد گواہ یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم ہے، ارشاد فرمایا:

''یہ محض ایک اخلاقی تعلیم ہے، کوئی اصول، ضابطہ اور متعین نصاب ِشہادت نہیں ہے۔''

(۵) غامدی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ شہادت میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ حالانکہ تمام فقہاے امت اس بات پر متفق ہیں کہ زنا کے ثبوت کیلئے چار مسلمان گواہ ضروری ہیں، اور یہ قرآن کی نص ﴿أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾ (النساء:۱۵) سے ثابت ہے، اس لیے اس پر بھی اجماع ہے۔

مزید مسلمات کا انکار

غامدی صاحب نے اُمت کے اجماعی اور متفق علیہ مسائل ہی کا انکار نہیں کیا، بلکہ نصوصِ قرآنی تک سے انحراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے۔ اور غامدی صاحب کے ساتھ اب ان کے تلامذہ بھی مسلمات ِ اسلامیہ کے انکار پر اتر آئے ہیں۔ چنانچہ جنوری ۱۹۹۶ء کے ماہنامہ 'اشراق' لاہور میں حضرت عیسیٰ کے قیامت کے قریب نزولِ آسمانی سے، ظہورِ امام مہدی وخروجِ دجال سے اور یاجوج وماجوج کے وجود سے بھی انکار کردیا گیا ہے۔

اس تفصیل سے اس امر میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے کہ لغت یا اپنی فہم نارسا اور عقل کج اَدا کے ذریعے سے قرآنِ کریم کی تفسیر کرنے کا اور حدیث ِرسول اور اَسلاف کی تعبیر سے اِنحراف کا جو راستہ مولانا اِصلاحی نے اپنایا اور اپنے تلامذہ اور حلقہ ارادت کو بتلایا، یہ وہی راستہ ہے جو کم وبیش کچھ فرق کے ساتھ سرسید احمد خاں، غلام احمد پرویز اور عبداللہ چکڑالوی وغیرہم نے اختیار کیا جس کا لازمی اور منطقی نتیجہ قرآنی مسلمات کا انکار اور تواتر واِجماعِ اُمت سے ثابت شدہ مسائل سے اِعراض وانحراف ہے۔ بہت سے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

مسلمات اور اِجماعی مسائل کا اِنکار مذکورہ حضرات نے کیا (جیسا کہ ان کی کتابوں اور تحریروں سے واضح ہے) اور اب اسی روش پر چلتے ہوئے کچھ مسلمات اور تواتر اُمت کا انکار مولانا اصلاحی اور ان کے تلامذہ کے ذریعے سے ہورہا ہے جس پر ان کی تحریریں شاہد ہیں۔ یہ کوئی افترا یا الزام نہیں ہے ﴿تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾

اس لیے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی صاحبِ علم وتحقیق ائمہ سلف کے افکار وتعبیرات کی روشنی میں مولانا اصلاحی کی تفسیر 'تدبر قرآن' کا جائزہ لے (جیسا کہ راقم نے ان کے نظریۂ رجم پر اپنی کتاب میں مدلل بحث کی ہے) اور اس کے تفردات وشذوذ بلکہ اس کی کج فکریوں اور انحرافات کو طشت از بام کرے تاکہ ان 'اہل قرآن' کی قرآن فہمی اور ان اہل تدبر کے 'تدبر' کی حقیقت واضح ہوسکے۔ اسی طرح مولانا اصلاحی کے محاضرات کا بھی جو 'مبادئ تدبر حدیث' کے نام سے شائع ہوئے ہیں، جائزہ لے کر ان کے حسن وقبح کو واضح اور ان میں انکارِ حدیث کے مخفی جراثیم کو آشکارا کرے۔

مولانا اصلاحی، ان کے تلامذہ اور فکر فراہی کے اس تاریک اور نہایت خطرناک پہلو سے، اہل علم کا ایک حلقہ تو آگاہ ہے، لیکن بہت بڑی اکثریت اس سے بے خبر ہے، اس لیے ان کی آگاہی کے لیے یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیغ وضلال سے محفوظ رکھے اور صحیح راستے کی سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ